قبولیت دعا نیز جمعۃ الوداع کی حقیقت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/ جولائی ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرہ:۱۸۷)

اور پھر فرمایا:

رمضان کا مہینہ سارا ہی برکتوں کے حصول کا مہینہ ہوتا ہے اور بخششوں کی طلب کا مہینہ ہے، اللہ کی طرف سے مغفرت کا مہینہ ہے، اس سے عاجزانہ سوال کرنے کا، بھیک مانگنے کا مہینہ ہے، اور اس کی طرف سے شاہانہ عطا کا مہینہ ہے۔ لیکن یہ دن وہ ہیں یعنی آخری عشرہ، جو اس مہینے میں بھی ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور ان دنوں میں بھی اس جمعہ کو ایک امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے جس جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہم آج اکٹھے ہوئے ہیں۔

دو طرح کے عبادت کرنے والے آج سارے عالم اسلام میں اس جمعہ کی برکتوں سے فیض کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اور اس کا نام جمعۃ الوداع رکھا گیا ہے یعنی وداع ہونے والا جمعہ یا وداع کیا جانے والا جمعہ۔ دو طرح کے وداع کرنے والے آئے ہیں آج:

ایک وہ ہیں جو بڑی حسرت کے ساتھ، بڑے دکھ کے ساتھ، ان اندیشوں میں مبتلا ہو کر آئے

ہیں کہ خدا جانے اس رمضان سے ہم پوری طرح استفادہ کر بھی سکے یا نہ کر سکے۔ جو امیدیں تھیں عبادت کی توفیق ملے گی وہ ہماری امیدیں، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ پوری ہوسکیں یا نہ ہوسکیں۔ ہماری غفلتیں کتنی ہمارے آڑے آئیں۔ کتنی دعاؤں میں ایسے نفس کی ملونی کے کیڑے شامل تھے کہ وہ دعائیں مقبول نہ ہو سکیں، ہم نہیں جانتے۔ تھوڑے دن اب باقی ہیں۔ پس اے خدا! ہم اس جمعہ کو اس جذبۂ خلوص کے ساتھ وداع کرنے کے لئے آئے ہیں کہ اس کے بعد سارا سال ہمیں جمعہ میں حاضر ہونے اور جمعہ کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخش۔ جو کمیاں اس جمعہ میں ہم سے رہ گئی ہوں وہ سارے سال کی عبادت میں ہمیں پوری کرنے کی توفیق بخش۔ ہم اس جمعہ کو بحیثیت جمعہ وداع کرنے نہیں آئے کیونکہ جمعہ سے تو مومن کا تعلق ایک لازمی اور ابدی تعلق ہے جو کٹ نہیں سکتا۔ ہم اس مسجد کو وداع کرنے نہیں آئے بلکہ اپنے عہد کو اور پختہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ یہ التجائیں لے کر آئے ہیں کہ اے اللہ! تو نے ایک دفعہ اپنی عبادت کا مزہ ہمیں چکھا دیا اب اس نعمت کو ہم سے واپس نہ لے لینا۔ ہمیں توفیق نہ دینا کہ ہم اس پیار کے تعلق کو تجھ سے توڑ لیں اور جو تیرے وصال کا مزہ ہمیں پڑ چکا ہے اس مزے کو فراموش کر سکیں بلکہ اے آقا اسے دوام بخشنا۔ اس جمعہ کی خاص نعمت اس کی خاص برکت کے صدقے ہم تجھ سے مانگتے ہیں کہ آئندہ اپنے گھر کے ساتھ ہمارا تعلق قطع نہ ہونے دینا۔ پس ہم اس ماحول، اس مقدس پیار کے ماحول کو تو وداع کر رہے ہیں جو خاص قسمت کے ساتھ سال میں ایک دفعہ نصیب ہوتا ہے، لیکن ان نیک تمناؤں کے ساتھ کہ اس ماحول کی برکتیں ہمارے ساتھ دائم رہیں گی اور وہ ہم سے بے وفائی نہیں کریں گی۔ وہ عبادت کے رنگ جو ہم نے سیکھے اس رمضان میں اور خصوصاً اس آخری عشرہ میں، وہ عبادت کے رنگ ہم سے بے وفائی نہیں کریں گے۔ ان دعاؤں اور التجاؤں کے ساتھ ہم اس خاص ماحول کو وداع کرنے کیلئے تیرے حضور حاضر ہوئے ہیں۔ ایک یہ لوگ ہیں جو جمعۃ الوداع کا خاص انتظار کیا کرتے ہیں اور خاص ولولوں اور امنگوں کے ساتھ خاص آرزوؤں کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہوئے وہ اس خاص موقع پر ان مقدس لمحات کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن حسرت کا مقام یہ ہے کہ ایک بہت بڑی تعداد ایک اور رنگ میں وداع کرنے کے لئے آئی ہے۔ وہ الوداع کہنے آئی ہے جمعہ کو، وہ الوداع کہنے آئی ہے عبادتوں کو، وہ الوداع کہنے آئی ہے اللہ کے گھر کو، گویا زبانِ حال سے وہ یہ کہتے ہیں کہ اے خدا! یہ چند دن جو تیری عبادت میں ہم نے کاٹے یہ بڑے تلخ تھے۔ بہت بوجھ تھا ہمارے دل پر۔

بڑی مصیبت کی زندگی ہم نے گزاری۔اس سے زیادہ تُو اور کیا چاہتا ہے۔جو سجدے کرنے تھے ہم نے کر لئے۔جو راتوں کو اٹھنا تھا اٹھ لیا۔جو تیری خاطر تکلیف برداشت کرنی تھی کرلی۔اب ہم تجھے الوداع کہنے آئے ہیں، تیری رحمتوں اور نعمتوں کو الوداع کہنے آئے ہیں، تیرے گھر کو الوداع کہنے آئے ہیں، جمعوں کو الوداع کہنے آئے ہیں، نمازوں کو الوداع کہنے آئے ہیں۔لیکن ہماری ایک بات مان کہ یہ آج کی نمازیں ہمارے سارے سال کی نمازوں کی کفیل ہو جائیں۔آج کی عبادت سارے سال کی عبادت کی ضامن ہو جائے اور اس کی قائمقام بن جائے۔پس ہم تجھے رخصت کرتے ہیں۔جا تو اور تیرے وفادار عبادت گزار، اب سارا سال ان دونوں کا تعلق قائم رہے۔لیکن ہم اب تجھے پھر نظر نہیں آئیں گے۔

کچھ وداع کرنے والے ایسے بھی ہیں۔وہ منہ سے تو یہ نہیں کہتے لیکن جمعہ کے بعد۔اس جمعہ کے بعد جب رمضان کے دن گزر جائیں گے اور عام دن آئیں گے تو ان کا عمل ان کی آج کی دعاؤں اور التجاؤں کی یہی تشریح کر رہا ہوگا۔

وَ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۳۰﴾ (لقمان:۳۰)

دیکھو تمہارے عمل بظاہر کتنے مقدس کیوں نہ ہوں اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔وہ اعمال کی کنہ سے واقف ہے۔وہ تمہارے دلوں کی پاتال تک نظر رکھتا ہے۔اس لئے زبانیں تمہاری جو بھی کہتی رہیں اعمال کی زبان خدا سنے گا اور اسی زبان کے مطابق تم سے سلوک کرے گا۔

پس ایسے وداع کہنے والوں کو میں اس کے سوا کچھ نہیں کہتا کہ دیکھو اگر تم خدا سے وفا کا تعلق چاہتے ہو تو اس سے وفا کرو۔اگر خدا سے پیار اور محبت چاہتے ہو تو اس سے پیار اور محبت کا حق ادا کرو۔اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی تو نہیں کہ ایک دفعہ اس کے قریب آنے کے بعد پھر دور بھاگنے کو دل لگے۔وہ تو سب محبوبوں سے بڑھ کر محبوب ہے۔سب دلنوازوں سے دلنواز ہے۔وہ تو ایسا پیارا وجود ہے، ایسا محبوب وجود ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں۔ایک ہی تو ہستی ہے جو فقید المثال ہے اور وہ ہمارا رب ہے اس کے دو طرح کے احسانات ہم پر ہیں:

ایک وہ احسانات جو یکطرفہ جاری رہتے ہیں اور مقابل پر خدا ہم سے کچھ نہیں مانگتا، نہ پوچھتا ہے، نہ پرواہ کرتا ہے، کافر ہو یا مومن ہو اس کی رحمانیت کے عام جلووں کے تابع ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔

لیکن جہاں تک دعا کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کا تقاضا اپنے بندوں سے یہ ہے کہ یہاں دوطرفہ رستہ چلے گا۔ یہ تعلق وہ نہیں ہے جو یکطرفہ چلے۔ اگر تم دعاؤں کی قبولیت چاہتے ہو تو تمہیں میری باتوں کو بھی قبول کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرہ: ۱۸۷)

اس آیت کے دو پہلو ہیں جو قابل توجہ ہیں۔ پہلا ہے وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ یعنی جب بھی میرے بندے، اے محمد ﷺ! میرے بارے میں تجھ سے سوال کرتے ہیں تو میں قریب ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان کو کہہ دے کہ میں قریب ہوں۔ اتنا فاصلہ بھی نہیں رہنے دیا جو سوال کو جواب سے دور کر دیتا ہے یعنی ایسے الفاظ بھی بیان نہیں فرمائے جو سوال اور جواب کے درمیان حائل ہو جائیں۔ فرمایا ہے اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ میں تو کھڑا ہوں، سن رہا ہوں ان کی باتیں۔ کوئی چیز حائل نہیں ہے ان کے اور میرے درمیان۔

یہاں عام سوال کا ذکر نہیں ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ جو جس طرح چاہے اپنی مرضی سے مجھے آوازیں دیتا پھرے، تلاش کرتا پھرے میں ہر ایک کے قریب ہوتا ہوں۔ اس سوال کی اور اس کے جواب کی حکمت کی چابی، اس کو سمجھنے کے لئے جو حکمت درکار ہے اس کی چابی سَاَلَكَ کے لفظ میں ہے۔

اے محمدؐ! جب تجھ سے سوال کرتے ہیں تو پھر میں قریب ہوں۔ یہاں كَ کا لفظ اگر اڑا دیا جائے تو یہ آیت اور معنی اختیار کر لے گی اور عام ہو جائیگی۔

اِذَا سَأَلَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ سے مراد یہ ہے کہ جو بندہ جب چاہے جس طرح چاہے سوال کرے میرے بارے میں، ہمیشہ مجھے قریب پائے گا۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا۔ فرماتا ہے۔ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اے محمدؐ! جب تجھ سے پوچھتے ہیں میرے بارے میں، پھر میں قریب ہوں۔

اس میں ایک بہت بڑا فلسفہ بیان فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی تلاش کا۔ ہر چیز جس کی دنیا میں

جستجو کی جاتی ہے اس کی جستجو کے اپنے ڈھنگ ہوتے ہیں، اپنے آداب ہوتے ہیں، اپنے اسلوب ہوتے ہیں۔ تیل والے بھی خدا کی ایک نعمت کی جستجو کرتے ہیں، جب وہ زمین کی تہ سے تیل کے خزانے دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دھاتوں کی تلاش کرنے والے بھی جستجو کر رہے ہوتے ہیں اپنے رب کی ایک نعمت کی۔ پانی کی تلاش کرنے والے بھی ایک نعمت کی جستجو کرتے ہیں، ہیرے جواہرات کی تلاش کرنے والے بھی جستجو کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کا ایک اپنا اسلوب ہے، ایک الگ ڈھنگ ہے۔ آوازیں دے کر تو تیل کے زیر زمین چشموں کی آوازوں کا جواب نہیں آسکتا۔ ہر دھات کی اپنی ایک آواز ہے۔ اس دھات کی آواز کو سننے کیلئے اس آواز کو پہچاننے والے آلے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ ان ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے جو اس فن کو جانتے ہیں۔ اگر ان ماہرین کی طرف رجوع نہ کیا جائے اور براہ راست لاکھوں کروڑوں انسان بھی تیل کی تلاش میں نکل جائیں یا سونے اور ہیرے جواہرات کی تلاش میں نکل جائیں ان کو وہ کامیابی نہیں ہوسکتی جب تک ماہر فن سے رجوع کر کے اس علم کو سیکھ نہ لیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اے محمدؐ! تو ہے اس مقام پر فائز کہ دنیا کو بتا سکے کہ میں کیسے ملتا ہوں؟ تیری طرف رجوع نہیں کریں گے تو مجھے نہیں تلاش کرسکیں گے اور جب تیری طرف رجوع کریں گے تو مجھے اتنا قریب پائیں گے کہ گویا تو بھی بیچ میں حائل نہیں رہا اور میں براہ راست ان کی آواز سن رہا ہوں اور ان کے قریب ہوں اور ان کو میں نے پالیا ہے۔

اس مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو ہزاروں لاکھوں انسان خدا کی تلاش میں بھٹکتے رہتے ہیں کیوں ان کو خدا کی طرف سے جواب نہیں ملتا؟ انگریزی شعراء میں سے ایک شیلے ہے۔ وہ دہریہ تھا۔ لیکن وہ اپنے متعلق لکھتا ہے کہ میں دہریہ بنا ہوں پوری تلاش کے بعد۔ میں غاروں میں بھی گیا اور صحراؤں میں بھی گیا اور خوبصورت وادیوں میں بھی گیا اور میں نے اللہ کو پکارا اور کہا اے خدا۔ آ اور مجھ سے بات کر۔ لیکن کسی خدا کی آواز مجھے نہیں آئی۔ پس میں دہریہ ہونے میں حق بجانب ہوں۔ اگر وہ تیل کی تلاش میں اسی طرح نکلتا اور آوازیں دیتا پھرتا کہ اے تیل کے چشمو! میں تمہاری آواز کو سننا چاہتا ہوں مجھ پر ظاہر ہو تو وہ تیل کی حقیقت سے بھی انکار کر دیتا۔ کیونکہ اس نے ان رسومات کا حق ادا نہیں کیا جو رسومات ایک خاص چیز کی تلاش کے لئے لازمی ہوا کرتی ہیں۔ اسی طرح حال ہی میں روس

کے خلائی سفر پیما جب اوپر گئے تو ان میں سے بعض نے بڑی تعلّی کے ساتھ گویا خدا کو آواز دی اور اِنِّیْ قَرِیْبٌ کی کوئی آواز ان کو نہیں آئی۔ کیا وجہ ہے؟ اول تو خدا کو بلانے کا جو حق ہے، اس کی تلاش کا جو حق ہے وہ ادا نہیں کیا گیا۔ دوسرے وہ سنجیدگی اور خلوص ان آوازوں میں نہیں پایا جاتا تھا جو خدا کو پکارنے کے لئے ضروری ہے۔

اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ میں لفظ عِبَادِیْ میں ایک پیار کا بھی اظہار ہے، ایک شفقت کا بھی اظہار ہے۔ یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے تو کوئی خاص مقام عطا فرما رہا ہوتا ہے ان کو۔ اِذَا سَأَلَکَ النَّاسُ نہیں فرمایا کہ جب عوام الناس تجھ سے سوال کریں تو میں قریب ہوں گا۔ فرمایا میرے بندے میری تلاش کرنے والے جو حقیقت میں مجھ سے پیار رکھتے ہیں اور میرے بغیر رہ نہیں سکتے۔ یہ ویسا ہی نقشہ ہے جیسے بیقرار ماں اپنے بچے کی تلاش میں نکلی ہو اور وہ بچہ کسی کے پاس ہو۔ گھومتی، پریشان، گریہ وزاری کرتی ہوئی ہر طرف جس طرف اس کا سر اٹھے وہ چلی جائے اور ہر ملنے والے سے پوچھے، ہر مسافر سے پوچھے کہ میرا بچہ کہاں ہے؟ جو اس کی بیقراری کی حالت ہوتی ہے اس کا اندازہ کیجئے اور پھر اس آیت کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ جب ایسا بندہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے در پہ حاضر ہوتا ہے تو جس طرح وہ شخص جس کے پاس بچہ موجود ہو بڑی مسکراہٹ اور شفقت اور یقین اور اعتماد کے ساتھ کہا کرتا ہے کہ ہاں، تیری مراد پوری ہوگئی، تیرا بچہ میرے پاس ہے۔ اور بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ماں کے سوال کو سن کر بچہ چیخ پڑتا ہے اندر سے اور بیقراری سے بلاتا ہے کہ اے ماں! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں یہاں ہوں۔ تو یہ نقشہ ہے جو اس آیت میں کھینچا گیا ہے کہ تم صحیح جگہ پہنچ چکے ہو، میرے محبوب محمدؐ کے پاس آ گئے ہو، میں جس کے پاس ہمیشہ رہتا ہوں۔ ایک لمحہ بھی اس سے جدا نہیں ہوا، نہ کبھی اس سے جدا ہو سکتا ہوں۔ پس اے تلاش کرنے والو! طُوْبٰی لَکُمْ ! مبارک ہو تمہیں، خوشخبریاں ہوں کہ تم صحیح مقام پہ پہنچے اِنِّیْ قَرِیْبٌ میں بتا رہا ہوں تمہیں، میں تمہیں آواز دیتا ہوں کہ میں موجود ہوں۔

یہ ہے وہ پہلا حصہ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ جس کو سمجھنے کیلئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اسوہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ کس طرح آپؐ نے خدا کو پایا؟ کس طرح خدا آپؐ کے ساتھ رہا؟ اور جتنا تعلق حضرت محمد مصطفیٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

سے آپ جوڑتے چلے جائیں گے اتنی ہی خدا کی قربت نصیب ہوتی چلی جائے گی۔

پس اس آیت میں آنحضورﷺ کے وسیلہ ہونے کا مضمون بھی بیان فرما دیا گیا اور ساتھ ہی وسیلے کی حکمتیں بھی بیان فرما دی گئیں۔ غلط معنی جو وسیلے کو پہنائے جاتے ہیں ان کی نفی بھی فرما دی۔ بعض لوگ جو شرک کرتے ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ شرک کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے ہیں یہ بت ہمارا وسیلہ ہیں۔ فلاں ارباب جو ہیں اللہ کے سوا، وہ ہمارا وسیلہ ہیں۔ تم بھی تو وسیلہ پکڑتے ہو۔ تم نے بھی تو محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اپنا وسیلہ بنا رکھا ہے۔ تو فرق کیا ہے؟ وہ فرق اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے۔ یہ نہیں فرماتا کہ ہر دعا محمدؐ کے وسیلہ سے کرو۔ محمد مصطفیٰؐ کو پیغام دو، وہ آگے مجھے پیغام دیں، پھر میں جواب ان کو دوں گا اور وہ تمہیں پہنچائیں گے۔ یہ کوئی شرط نہیں رکھی محمد مصطفیٰؐ کے قرب کا نام وسیلہ ہے، آپؐ سے محبت کا نام وسیلہ ہے، آپؐ سے عشق کا نام وسیلہ ہے، آپؐ کی متابعت کا نام وسیلہ ہے۔ مگر جہاں تک تعلق باللہ کا سوال ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرہ: ۱۸۷)

میں خود براہ راست ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دوں گا اور میرے اور میرے بندے کے درمیان اس سوال و جواب کے دوران کوئی اور وجود حائل نہیں ہوگا۔ ایک تعلق ہے آقا کا بندے سے اور کوئی تیسرا آدمی اس دوران میں اس کے درمیان حائل نہیں ہے۔ لیکن شرط یہ ہے فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وہ بھی میری باتوں کا جواب دیا کریں، براہ راست جواب دیا کریں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عبادتوں کو اپنی عبادتوں کا قائمقام نہ سمجھ لیں کہ اے خدا! چونکہ تیرا محبوب رسولؐ جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں ملتی، وہ عبادتیں کر چکا ہے، وہ تجھے بہت پیارا ہے اس لئے تو ہماری سن لے، اس وسیلے کا انکار کیا جا رہا ہے۔

فرماتا ہے اس لئے تم اس سے تعلق جوڑو اور اس کے احسان تلے ہمیشہ اپنی روحوں کو دبا ہوا محسوس کرو، اپنے سروں کو جھکا ہوا محسوس کرو، اس پر درود بھیجو۔ یہ ہے وسیلے کا مطلب لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادتیں تمہارے کام نہیں آئیں گی اگر تعلق جوڑنے کے بعد ویسے افعال نہیں کرو

گے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کیا کرتے تھے۔ لازماً اس کی متابعت کرنی پڑے گی، پیروی کرنی پڑے گی تب
أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ کا مضمون شروع ہوگا۔

پس فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ میں اللہ تعالیٰ نے جو بندوں سے تقاضے کئے ہیں اس مضمون کو بیان فرما دیا گیا۔ کئی دوسری آیات اس کو اور بھی کھول دیتی ہیں کہ استجابت للہ کا معنی کیا ہے؟ اس کا خلاصہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپؐ نے اپنے رب کے تقاضوں کا بہترین جواب دیا۔ پس لمبی بحث کی ضرورت کوئی نہیں رہتی۔ خلاصتہً استجابت للہ کا نام محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ان معنوں میں پھر آپؐ وسیلہ بن جاتے ہیں۔ آپؐ کی اللہ تعالیٰ کی عبادتیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپؐ کی محبت، اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپؐ کا پیار، اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپؐ کا خلوص اور عشق اور وارفتگی اور قربانی کا تعلق یہ سارا مضمون اس میں آ جاتا ہے کہ استجابت کس کو کہتے ہیں؟ پس اگر استجابت کا حق انسان ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں اس کی پکار کو ضرور سنوں گا اور جب خدا وعدہ کرتا ہے تو اس وعدے کو لازماً پورا کیا کرتا ہے۔

اس کا ایک اور پہلو بھی ہے آنحضور ﷺ یا کسی اور انسان کے وسیلہ ہونے کا۔ وہ پہلو یہ ہے کہ دو قسم کی دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچتی ہیں۔ ایک براہ راست دعا اور ایک اللہ تعالیٰ کے مقدس بندوں کی دعا اپنے پیاروں کے لئے یا اپنی طرف رجوع کرنے والوں کیلئے۔ ان دونوں دعاؤں کا فلسفہ اس آیت میں بیان فرما دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں تم سے اجابت کا معاملہ اس شرط پر کرتا ہوں کہ تم میری باتیں مانو، اگر میرے بندے، محمد مصطفیٰ ﷺ کی باتیں نہیں مانو گے تو ان سے جو دعائیں تم کرواؤ گے وہ بھی قبول نہیں ہوں گی۔ کیونکہ یہ بنیادی اصول ہے جو اصول میں نے اپنے لئے مقرر کیا وہی اپنے پیارے کے لئے مقرر فرما دیا ہے۔ مجھ سے تعلق رکھو گے، میری باتوں کا جواب دو گے، میری باتوں کو تسلیم کرو گے تو میں تمہاری سنوں گا اور اگر دوسرے رستے سے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرو گے تو میں اس دھوکے میں نہیں آؤں گا۔ محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اگر تمہارے لئے دعا کریں گے لیکن تم نے ان کی باتیں نہیں مانی ہوں گی تو میں ان دعاؤں کو قبول نہیں کروں گا۔

چنانچہ اس مضمون کو مزید کھولتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ (التوبہ: ۸۰)

کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کیلئے استغفار کرے تو میں اس استغفار کو قبول نہیں کروں گا۔ اب تعجب کی بات ہے بظاہر یوں لگتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی گویا قدر کم ہو رہی ہے کہ اتنا عظیم الشان رسولؐ اتنا پیارا جس نے اپنی ذات کو ضم کر دیا ذات باری تعالیٰ میں، اس کو خدا فرما رہا ہے کہ ستر مرتبہ بھی تو نے دعائیں کیں ان کے لئے تو میں نہیں سنوں گا، لیکن اصل مفہوم کو لوگ نہیں سمجھتے۔ یہ وہی مضمون چل رہا ہے جو اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ میں بیان ہوا تھا اور اس کے بعد خدا نے فرمایا تھا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ کہ دعائیں سنوں گا لیکن استجابت تو کرو پہلے۔ میری باتوں کا بھی تو کچھ خیال کیا کرو۔ تم یکطرفہ ہی سناتے رہو گے ہمیشہ۔ یکطرفہ رحمتوں کا دور بہت وسیع ہے۔ وہ تمہیں مل چکی ہیں۔ ساری رحمانیت کی چادر تمہارے اوپر چھائی ہوئی ہے اور اس کے سایے تلے تم پرورش پا رہے ہو۔ ساری ربوبیت کا فیض تمہیں پہنچ رہا ہے۔ لیکن یہ وہ مقام ہے جہاں اب معاملہ دونوں طرف سے جاری ہوگا۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ میری باتیں مانا کرو۔ اور یہی مضمون آگے چلتا ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ اے محمد! تو تو اپنی رحمت اور شفقت کے نتیجے میں ان کیلئے دعائیں مانگ رہا ہے، ان کے لئے بیقرار ہو رہا ہے، ان کے لئے اپنی جان کو ہلاک کر رہا ہے لیکن میں ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہوں وہ تیری باتیں نہیں مانتے، تیری طرف توجہ نہیں کرتے، حقیقت میں تجھ پر ایمان بھی نہیں لاتے، تجھ سے محبت نہیں رکھتے۔ اس لئے تیری محبت کا تقاضا یہ ہے میرا تیرے سے پیار اور خاص مقام کا تقاضا یہ ہے کہ میں ان دعاؤں کو ردّ کر دوں جو ان ناشکرے لوگوں کیلئے تو کرتا ہے۔

پس دعائیں چاہے براہ راست کی جائیں چاہے بالواسطہ کروائی جائیں یہ بنیادی فلسفہ ہے جس کو بھول کر دعا کرنے والا یا کروانے والا کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتا۔ یہی مضمون خلافت کے ساتھ تعلق میں بھی ہے۔ بیشمار لوگ، میں نے دیکھا حضرت مصلح موعودؓ کو خط لکھا کرتے تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو خط لکھتے تھے، مجھے بھی لکھتے ہیں میری ذات کی تو کوئی حقیقت نہیں۔ ناقابل بیان ہے وہ کیفیت جب میں اپنی ذات پر غور کرتا ہوں اور اپنی بے بساطی کو پاتا ہوں، اور کم مائیگی کو دیکھتا ہوں اللہ ہی جانتا ہے کہ میرے دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ لیکن خدا نے منصب خلافت پر مجھے مقرر فرمایا اور اس منصب کی خاطر لوگ مجھے دعا کیلئے لکھتے ہیں ان کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے پہلے بھی یہی دیکھا تھا اور آئندہ بھی

یہی ہوگا کہ اگر کسی احمدی کو منصب خلافت کا احترام نہیں ہے، اس سے سچا پیار نہیں ہے، اس سے عشق اور وارفتگی کا تعلق نہیں ہے اور صرف اپنی ضرورت کے وقت وہ دعا کے لئے حاضر ہوتا ہے تو اس کی دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ یعنی خلیفہ وقت کی دعائیں اس کے لئے قبول نہیں کی جائیں گی۔ اسی کیلئے قبول کی جائیں گی جو خاص اخلاص کے ساتھ دعا کیلئے لکھتا ہے اور اس کا عمل ثابت کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے اس عہد پر قائم ہے کہ جو نیک کام آپ مجھے فرمائیں گے ان میں میں آپ کی اطاعت کروں گا۔ ایسے مطیع بندوں کے لئے تو بعض دفعہ ہم نے یہ نظارے دیکھے، ایک دفعہ نہیں بسا اوقات یہ نظارے دیکھے کہ وہاں پہنچی بھی نہیں دعا، اور پھر بھی قبول ہوگئی۔ ابھی لکھی جارہی تھی دعا، تو اللہ تعالیٰ اس پر پیار کی نظر ڈال رہا تھا اور وہ دعا قبول ہو رہی تھی۔ بعض دفعہ دعا بنی بھی نہیں تو وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔

اس لئے یہ ایسا ایک بنیادی اصول ہے جس کو ہمیشہ ہر احمدی کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود سچے دل اور پیار سے بھیجتا ہے اور وفا کا تعلق رکھتا ہے اپنے محبوب آقا سے، تو آنحضرت ﷺ کی ساری دعائیں ہمیشہ کیلئے ایسے امتیوں کے لئے سنی جائیں گی۔ اور اگر وہ خلافت سے ایسا تعلق رکھتا ہے اور پوری وفاداری کے ساتھ اپنے عہد کو نباہتا ہے اور اطاعت کی کوشش کرتا ہے تو اس کے لئے بھی دعائیں سنی جائیں گی بلکہ اُن کہی دعائیں بھی سنی جائیں گی۔ اس کے دل کی کیفیت ہی دعا بن جایا کرے گی۔

پس اللہ تعالیٰ جماعت کو حقیقت دعا کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا کا مضمون تو بہت وسیع ہے، لیکن صرف اسی پر میں اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے رب سے سب سے پہلے وفا کا تعلق عطا کرے یعنی خود اپنی ذات سے وفا کا تعلق عطا کرے آمین۔

یہ جمعہ جمعۃ الوداع انہیں کیلئے برکت کا موجب ہے جو جمعہ کو وداع کہنے نہیں آئے بلکہ آج کے دن کے خاص ماحول کو بڑی حسرت کے ساتھ وداع کر رہے ہیں۔ یہ انہیں کیلئے بابرکت ہوگا صرف جو مسجدوں کو وداع کہنے کے لئے نہیں آئے بلکہ اس مسجد کے آج کے خاص ماحول کو روتے ہوئے رخصت کرتے ہیں ورنہ وہ روز صبح، شام پانچ وقت اپنے رب کے حضور حاضر ہوا کرینگے۔ ہر اذان پر ان کا دل مچلا کرے گا۔ ہر دوسرے کام سے ان کو نفرت ہو جایا کریگی اور دل اٹک جائے گا مسجد میں اور چاہیں گے کہ وہ مسجد میں پہنچیں اور اپنے رب کے حضور حاضر ہوں۔ آج کا جمعہ بھی ان کا جمعہ ہے۔ آج کی دعائیں بھی ان کی دعائیں ہیں۔ آج کی مسجد بھی ان کی مسجد ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں ہمیشہ ان کے ساتھ وفا کریں

گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

گزشتہ جمعہ میں نے تحریک کی تھی جماعت کے سامنے ایک خاص دعا کی، کہ بہت سے مقدمات ہیں جن میں معصوم احمدی یا جماعت من حیث الجماعت ملوث کی گئی ہے اور بڑی دیر سے وہ جماعت کے لئے اور ان افراد کے لئے پریشانی کا موجب بنے ہوئے ہیں ان کیلئے خاص طور پر دعا کریں۔ اس وقت ایک خاص مقدمہ بھی میرے ذہن میں تھا، اور خاص طور پر میرے پیش نظر تھا جو چند دن تک پیش ہونے والا تھا اور اس کے لئے خاص طور پر گھبراہٹ اور پریشانی تھی۔ تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو سنا اور اپنے فضل سے اس مقدمے میں اس ملوث معصوم شخص کو نجات بخشی۔

بہت اللہ تعالیٰ کا شکر کریں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۸) کا وعدہ حاصل کرنے کے لئے۔ اتنا شکر کریں اس مقدمے کے متعلق کہ جس طرح وہ بادشاہ جس کے سامنے ایک شخص حکمت کے ساتھ باتیں کر رہا تھا تو ہر دفعہ اس کے منہ سے ’زہ‘ نکل جاتا تھا اور ہر دفعہ ’زہ‘ نکلنے کے اوپر اس کا وزیر اس کو اشرفیوں کی تھیلی دے دیتا تھا۔ یہ اتنی دفعہ ہوا کہ بادشاہ نے وزیر سے کہا یہ اتنا حکیم، اتنا عقل والا انسان ہے کہ اگر میں اس کے پاس اور ٹھہرا رہا تو میرا خزانہ خالی ہو جائے گا۔ میرے منہ سے ’’زہ‘‘ نکلنا ہی نکلنا ہے یعنی تعریف کا کلمہ کہ کمال کر دیا تو نے اور حکم یہ تھا وزیر کو کہ جب ’زہ‘ کہوں اس کو اشرفیوں کی تھیلی دیدو۔ اس نے کہا چلو، رخصت ہوں ورنہ یہ بوڑھا ہمیں لوٹ لے گا۔

پس آپ شکر کریں خدا کا، ایسا شکر کہ ہر دفعہ رحمت باری کے منہ سے ’زہ‘ نکلے۔ لیکن یہ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ خدا کی رحمتوں کو کوئی لوٹ نہیں سکتا۔ اس کو یہ جگہ چھوڑ کر جانے کی کوئی ضرورت نہیں وہ تو نہ ختم ہونے والے خزانے ہیں۔ ازلی، ابدی طور پر اگر ساری مخلوقات خدا کے پیار کو حاصل کر کے اس کی رحمت سے ’زہ‘ کا ہدیہ وصول کرتی رہیں تب بھی اس کے خزانے ختم نہیں ہوں گے۔ پس اس یقین کامل کے ساتھ اپنے شکر کے مقام کو بڑھائیں۔ تا کہ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وعدہ ہمارے حق میں ہمیشہ پورا ہوتا رہے۔ آمین

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

احباب صفیں درست کر لیں اور شانے سے شانہ ملائیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷/ جولائی ۱۹۸۲ء)